بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈاکٹر محمود الحسن عارف ☆

سیرت نگاران سرور عالم ﷺ

دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (۱۱ھ۔۱۱۰نبوی)

ڈاکٹر صاحب کا یہ مضمون ان کی زیر ترتیب کتاب کا ایک حصہ ہے، جو قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے، ان شاء اللہ اس کے مزید حصے آئندہ اشاعتوں میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ادارہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نگاری کی ابتدا عہد نبوی ہی میں ہوگئی تھی، تاہم اس عنوان پر روایات جمع کرنے اور ان کے دوسری نسل تک پہنچانے کا کام عہد صحابہ میں شروع ہوا، جس کی ابتدا وصال نبوی (۱۱ھ/۶۳۲ء) سے ہوتی ہے اور اس بابرکت عہد کا اختتام آخری صحابی کے انتقال پر ہوتا ہے، جو کہ حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ تھے، جنہوں نے باختلاف روایات ۱۰۲ھ یا ۱۱۰ھ میں انتقال فرمایا۔(۱)

اس طرح تقریباً ایک صدی پر مشتمل دور میں ''سیرت نگاری'' نے حدیث نبویہ کے سائے تلے فروغ پایا۔ اس دور میں اُس کے انفرادی خط و خال واضح ہوئے اور نہ ہی اسے کوئی الگ نام ملا، تاہم اس دور میں سیرت نگاری کا جو کام ہوا، وہ بہت ٹھوس حقائق پر مبنی تھا، نیز وہ مبالغے اور تصنع سے پاک اور زیادہ تر ذاتی مشاہدات پر مبنی تھا۔ تاہم اس دور کے سیرت نگاروں یعنی صحابہ کرام کے لئے ''سیرت نگاروں'' کا لفظ استعمال نہیں ہوتا، بلکہ انہیں زیادہ سے زیادہ ''محدث'' صحابہ کرام کہہ دیا جاتا ہے، لیکن

☆صدر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

چونکہ بعد کے زمانے میں جو کام ہوا، وہ انہی صحابہ کرام کے مشاہدات اور انہی کی روایات پر مبنی تھا، اس لئے ان حضرات کے لئے ''سیرت نگاروں'' کے الفاظ کا استعمال غیر مناسب بھی نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں سیرت نگاری کا جو غیر معمولی کام انجام پذیر ہوا، اب تک اس پر نظر ڈالنے کی کسی نے زحمت نہیں کی، ورنہ یہ کام اتنا شاندار، اتنا ہمہ گیر اور اتنا عظیم الشان ہے کہ بعد کے زمانے میں ہونے والے سیرت نگاری کے کام کی اس سے کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔

تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ اس دور میں جو کام ہوا وہ بہت متفرق اور منتشر حالت میں ہے، ایک ایک صحابی کے ذاتی مشاہدات و تاثرات مختلف کتب حدیث میں منتشر حالت میں ہیں۔ ان مشاہدات اور ان تاثرات کو جمع کرنا اور ان کا جائزہ لینا ایک مشکل اور کٹھن کام ہے، جب کہ سیرت طیبہ پر مرتب اور معروف ہونے والی عام کتابوں میں ''سیرت'' سے متعلق عام روایات مذکور ہوتی ہیں، جن کا محدثین کے ہاں پایہ کمزور ہے۔ تاہم عین ممکن ہے کہ وہ وقت بھی آجائے، جب خالصتاً قرآن اور مستند احادیث کی روشنی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے متفرق گوشوں پر روشنی ڈالی جاسکے، جس کی بنا پر بہت سے غیر مستند واقعات کی خود بخود تردید ہوجائے گی اور دنیا کو ٹھوس حقائق کی بنیاد پر سیرت طیبہ کا پاکیزہ علم میسر آجائے گا۔

یہاں ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ خدانخواستہ سیرت طیبہ پر جو کام ہوا ہے وہ غیر مستند یا غیر ثقہ روایات پر مبنی ہے۔ اس کے برعکس ہمارا مقصد اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہے کہ سیرت طیبہ کے عنوان پر ابتدائی صدیوں میں جو کام ہوا، اس میں مستند اور غیر مستند دونوں طرح کی روایات اس طرح باہم مل جل گئی ہیں کہ انہیں ایک دوسرے سے الگ اور متمیز کرنا، ممکن نہیں رہا، اس لئے اس ذخیرے کی اہمیت کم ہوگئی ہے، اگر سیرت نگاری کا کام مستند احادیث کی روشنی میں انجام دیا جاتا، تو سیرت نگاری کا ذخیرہ بہت بہتر اور بہت مستند ہوتا، اسی بنا پر ہم سیرت نگاری کے ضمن میں دورِ صحابہ سے اس کی ابتدا کر رہے ہیں۔

محدث صحابہ کرام کی فہرست کافی طویل ہے، مگر ہم نے صرف ان صحابہ کرام کو منتخب کیا ہے جنہوں نے سیرت طیبہ پر معتد بہ ذخیرہ روایت کیا ہے، اس کے لئے ہم نے ''واقعات سیرت'' کو اس کی اساس ٹھہرایا ہے اور صحابہ کرام کی فہرست کو الفبائی ترتیب میں مرتب کیا ہے، تفصیل درج ذیل ہے:

مسند حضرت ابیٔ بن کعب رضی اللہ عنہ

سید القراء رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی، معروف قاری

قرآن اور معروف سیرت نگار ہیں۔

۱۔ سلسلۂ نسب:

حضرت ابیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: ابیؓ بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن مالک بن نجار الانصاری النجاری رضی اللہ عنہ۔ (۲) ان کی کنیت ابوالمنذر اور ابوالطفیل اور لقب سیدالقراء تھا۔ وہ ان صحابہ کرامؓ میں شامل تھے، جنہوں نے عقبۂ ثانیہ (ذوالحجہ ۱۲ن/ ۶۲۱ء) میں شرکت کی تھی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا اور آپ کی بیعت کی تھی، وہ بدر سمیت تمام غزوات میں شریک رہے۔

حضرت ابیؓ بن کعب کی وہ بڑی خصوصیت، جو آپ کو باقی صحابہ کرام سے ممتاز کرتی ہے، یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کی قرأت میں خصوصی مہارت رکھتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سلسلے میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔ اس ضمن میں ان سے متعدد روایات مروی ہیں، مثال کے طور پر ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا: اے ابوالمنذر: قرآن حکیم میں سے کونسی آیت سب سے بڑی آیت ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: آیۃ الکرسی، اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابوالمنذر! تمہیں علم مبارک ہو۔ (۳)

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری امت میں سب سے اچھے قاری ابیؓ ہیں۔ (۴)

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن سناؤں (۵)۔ اس سے ان کی عظمت وجلالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے اس موقع پر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا! ہاں چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سورۂ یونس کی حسب ذیل آیت تک پڑھ کر سنائی:

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا۔

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ پس تم اسی پر خوش ہو۔

ب۔ بطور کاتب وحی اور کاتب خطوط نبوی ﷺ :

حضرت ابیؓ بن کعب ان چند خوش نصیب صحابہ کرامؓ میں سے تھے، جو اسلام کے ابتدائی دور میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اس لئے انہوں نے نہ صرف یہ کہ قرآن حکیم کی کتابت کی سعادت حاصل کی، بلکہ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی پہلے کتابت وحی کا شرف حاصل کیا، حالانکہ حضرت زید ایسے صحابی تھے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر وقت ہمراہ رہتے تھے۔(۶) حضرت ابیؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط بھی لکھا کرتے تھے، چنانچہ نامور محدث علامہ ابن عبدالبر نے واقدی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت ابیؓ پہلے شخص تھے، جنہوں نے آپ ﷺ کی طرف سے خطوط وغیرہ کی کتابت کی، علاوہ ازیں وہ پہلے صحابی ہیں، جنہوں نے خطوط کے آخر میں یہ جملہ لکھنا شروع کیا۔ و کتب فلان ''فلان نے اسے لکھا''۔(۷)

ج: حضرت ابئی بن کعب کا انتقال:

حضرت ابیؓ بن کعب کے سال وفات میں اختلاف ہے، بعض روایات کی رو سے انہوں نے ۱۹ھ میں، بعض کی رو سے ۳۰ھ میں انتقال کیا، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے ۳۰ھ کے قول کو ترجیح دی ہے۔(۸) جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بیس برس تک تدریسی خدمات انجام دیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو آئندہ نسل تک پہنچایا:

د۔ بطور سیرت نگار:

حضرت ابیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ کی یہ حسن سعادت ہے کہ انہیں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ اسی لئے انہوں نے ہجرت کے بعد دس سال تک ذات طیبہ کا بہت قریب سے مطالعہ کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے جو واقعات دیکھے اور سنے انہیں اچھی طرح یاد رکھا اور ان واقعات و مشاہدات سے امت کو آگاہ کیا، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کل ۱۶۴/ روایات نقل کی ہیں۔(۹) انہوں نے جن عنوانات کے تحت روایات نقل کی ہیں، ان میں طہارت، نماز، جنائز، زکوٰۃ، حج، اعتکاف اور ليلة القدر، لقطہ (گم شدہ شے)، طب، ادب، ذکر، دعا، قرآن، جہاد، مناقب، فتن، زہد، (ترک دنیا) نکاح، طلاق، بیوع، مزارعت، ایمان، نذور، وصایا،

فرائض، حدود، دیات، اقضیہ (فیصلے)، اطعمہ، اشربہ، لباس، زیب و زینت، صید و ذبائح، اضاحی، طب و مرض، ادب، سلام، استئذان، ذکر و دعا، توبہ و استغفار، رویا، قرآن، علم، جہاد، امارۃ، المناقب، مناقب الانبیاء، مناقب نبوی، مناقب ابی بکر و عمر اور دوسرے صحابہ و اہل بیت وغیرہ شامل ہیں۔(۱۰)

۱۔ اسطوانہ نبوی کا قصہ:

ابتدائی زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، ایک صحابی (یا دوسری روایت کے رو سے ایک صحابیہ) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر بنانے کی اجازت طلب کی، تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمادی، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھنے کے لئے اس کھجور کے تنے کے قریب سے گزرے تو اس کے اندر سے ایک پُر درد آواز نکلی، قریب تھا کہ وہ اس کی بنا پر پھٹ جائے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس تنے کے قریب آئے، اُسے اپنے مبارک ہاتھوں سے چھوا، تو اس کو سکون آ گیا، پھر جب مسجد نبوی کو شہید کیا گیا، تو کھجور کے اس تنے کو حضرت ابیؓ اپنے گھر اٹھا لائے، اور وہ اس وقت تک ان کے پاس رہا، جب تک اسے گھن نے کھا کر راکھ نہ بنا دیا۔(۱۱) یہ معجزات نبوی کا ایک اہم واقعہ ہے۔

۲۔ نماز میں نسیان کا واقعہ:

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن حکیم میں بار بار اور بالتکرار اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ آپ مجملہ دوسری باتوں کے ایک انسان بھی تھے، اسی لئے آپ پر دوسرے انسانوں کی طرح کے بعض حالات طاری ہوتے تھے، جس کا مقصد یہ تھا کہ آنے والے لوگوں کے لئے ایک مثال قائم کی جائے، اس ضمن میں حضرت ابیؓ بن کعب نے نماز فجر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک آیت کو بھول لئے کا واقعہ نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> نبیٔ اکرم ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور آپ قرآن مجید کی ایک آیت چھوڑ گئے، حضرت ابیؓ بعد میں آئے، ان کی کچھ نماز چھوٹ گئی تھی، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ کیا یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے، یا آپ بھول گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ میں بھول گیا ہوں۔(۱۲)

اس واقعے سے مجتہدین نے بہت سے مسائل اخذ کئے ہیں۔

۳۔نمازوں میں قرأت کی مقدار:

حضرت ابیؓ نے ایسی روایات بھی نقل کی ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کس نماز میں کونسی سورۃ پڑھتے تھے، مثال کے طور پر انہوں نے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ وتروں کی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۂ کافرون اور تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔(۱۳)

۴۔سورج گرہن کا واقعہ:

عہدِ نبوی کے اہم ترین واقعات میں سے ایک واقعہ سورج گرہن کا ہے، اس موقع پر آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، جسے صلوٰۃ الکسوف کہا جاتا ہے، حضرت ابیؓ نے اس کے متعلق مفصل روایت نقل کی ہے(۱۴)

۵۔نبی اکرم ﷺ کا اعتکاف:

حضرت ابیؓ نبی اکرم ﷺ کے ذاتی معمولات کے بہت بڑے عالم تھے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرے میں دس یوم کے لئے اعتکاف بیٹھا کرتے تھے، ایک سال آپ ﷺ نے سفر کیا، اور اعتکاف نہ بیٹھ سکے تو آئندہ سال بیس یوم کے لئے اعتکاف فرمایا۔(۱۵)

۶۔آیات الحرس:

حضرت ابیؓ بن کعبؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو اہم واقعات روایت کئے ہیں، ان میں طب اور علاج کے عنوان سے یہ واقعہ بڑا اہم ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درد کی شکایت کی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ کی ابتدائی چار آیتیں اور **والھکم الہ واحد** کی آیت، سورۃ البقرہ کی آخری تین، سورۂ آل عمران کی آیت **شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو** سورۂ الاعراف کی **ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض** سورۃ المومن کی **فتعالی اللہ الملک الحق** سے لے کر آخر تک کی آیات، سورۂ جن کی ابتدائی آیات **وانہ تعالیٰ جد ربنا ماتخذ صاحبۃ ولا ولداً** تک سورۂ الصافات کی ابتدائی دس آیات، سورۃ الحشر کی تین آخری آیتیں، سورۃ الاخلاص اور المعوذتین پڑھ کر دم کیا تو اس کی تکلیف جاتی رہی۔(۱۶) ان آیات کو آیات الحرس کہا جاتا ہے۔

۷۔نبیٔ اکرم ﷺ کی قرأت کا طریقہ:

حضرت ابیؓ بن کعب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے سب سے اچھے اور سب سے بڑے قاری تھے، انہوں نے نہ صرف یہ کہ نبی اکرم ﷺ کی قرأت کے لب و لہجے کو محفوظ رکھا بلکہ آپ ﷺ نے قرآن مجید کے الفاظ و کلمات کو جن جن طریقوں سے پڑھا ہے، اس کو بھی روایت کیا ہے۔اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے لئے سب سے اہم اور مستند ذریعہ یا مآخذ ،حضرت ابیؓ بن کعب کی روایات ہیں۔(۱۷) حضرت ابیؓ بن کعب سے ابو عبدالرحمان السلمیؒ نے اور ان سے عاصم بن ابی النجود نے قرآن پڑھا،حضرت عاصم قرآن مجید کے قرائے سبعہ میں سے ایک ہیں۔(۱۸)

۸۔غزوۂ فتح مکہ:

حضرت ابیؓ بن کعبؓ عہد نبوی کے بہت سے غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے، ان میں کچھ غزوات کے متعلق انہوں نے روایات بھی نقل کی ہیں۔مثال کے طور پر سنن الترمذی وغیرہ میں، ان سے غزوہ فتح مکہ کا یہ واقعہ منقول ہے،فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن ،انصار مدینہ کے ۶۴ اور مہاجرین کے ۶ افراد شہید ہوئے۔اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا، اگر ہمیں مشرکین کے خلاف اسی طرح کا کوئی اور دن ملا تو ہم انہیں دکھادیں گے (کہ ہم کیا کرتے ہیں) چنانچہ فتح مکہ کا دن آیا تو ایک شخص نے یہ کہہ دیا: آج کے بعد قریش نہیں ہوں گے۔اس پر نبی اکرم ﷺ نے اعلان کرادیا کہ ہر کالے اور سفید رنگ کے شخص کو، سوائے فلاں فلاں فرد کے، جن کے نام بتائے گئے، تمام لوگوں کو امن دے دیا گیا ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔اگر تم ان کو تکلیف دینا چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی ہو۔اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم صبر کریں گے کہ اور بدلہ نہ لیں گے۔(۱۹)

۹۔المناقب:

حضرت ابیؓ بن کعب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مناقب و فضائل کے متعلق بھی بہت سی روایات نقل کی ہیں، مثال کے طور پر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول مبارک روایت کیا ہے:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی نبی کا ذکر کرتے ،تو اپنی ذات سے آغاز فرماتے ،مثال کے طور پر فرماتے: رحمة الله علينا وعلىٰ هود و على

صالح۔(۲۰)اللہ تعالیٰ کی ہم پر، حضرت ہود اور حضرت صالح پر رحمت ہو۔

۱۰۔ختم نبوت:

حضرت ابیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی ختم نبوت کے سلسلے میں حسب ذیل روایت نقل کی ہے:

میری اور دوسرے انبیاء کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے کوئی مکان بنایا اور بہت اچھا مکان بنایا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہنے دی، پھر لوگ اس عمارت کا چکر لگاتے اور اس پر تعجب کا اظہار کرتے اور کہتے کہ کاش یہ اینٹ والی جگہ بھری ہوئی ہوتی۔ میں انبیاء میں وہی اینٹ والی جگہ ہوں۔(۲۱)

اسی طرح انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

قیامت کے دن میں انبیاء علیہم السلام کا امام، ان کا خطیب اور شفیع ہوں گا، بلا کسی فخر کے۔(۲۲)

۱۱۔واقعہ معراج:

واقعہ معراج، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک اہم ترین واقعہ ہے۔قرآن حکیم میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ مسلمانوں کے لئے ایک آزمائش اور ایک امتحان کی حیثیت رکھتا ہے، اس واقعے کو جن صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست روایت کیا ہے، ان میں حضرت ابیؓ بن کعب بھی شامل ہیں۔ان کی روایت میں اسراء یعنی سفر بیت المقدس کے سفر کا تذکرہ بھی ہے۔(۲۳) حضرت ابیؓ اس واقعے کے وقت مکہ میں موجود نہ تھے، اس لئے زیادہ امکان یہ ہے کہ انہوں نے یہ واقعہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر روایت کیا ہوگا۔

۱۲۔انصار سے محبت:

مکہ مکرمہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سیرت مبارکہ کا ایک اہم ترین واقعہ ہے۔ اس واقعے سے اسلام کی شان وشوکت اور قوت وعظمت میں کئی گنا اضافہ ہوا۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ہجرت کو خوش دلی سے قبول فرمایا، بلکہ ہمیشہ انصار سے کئے ہوئے اپنے عہد کا پاس رکھا،

not

حضرت ابیّ بن کعب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا، اگر لوگ کسی میدان یا کسی گھاٹی میں سفر کریں، تو میں انصار کے ساتھ سفر کرنا پسند کروں گا۔(۴۴)

الغرض حضرت ابیّ بن کعب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بہت قریب سے دیکھا تھا، اس لئے بطور سیرت نگاران کا درجہ بہت بلند ہے۔

مسند ابیض بن حمال المأربی رضی اللہ عنہ

حضرت ابیض بن حمال بن مرثد بن ذی لحیان بن سعد بن عوف، المآربی رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غیر معروف صحابی ہیں، ان سے ابو داؤد، الترمذی، النسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان وغیرہ نے روایات لی ہیں۔(۱) بقول حافظ ابن حزم ان سے نو روایات مروی ہیں۔(۲)

حضرت ابیض یمن کے علاقے مآرب کے رہنے والے تھے، اور یمن میں اسلام کی اشاعت کے بعد غالباً ۹ھ/۶۳۰ء میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ انہیں مآرب میں موجود نمک کی کان بطور جاگیر و (اقطاع) عنایت فرمادیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو شرف قبول بخشا اور انہیں یمن کے علاقے سبا میں مآرب کے مقام پر واقع نمک کی کان بطور جاگیر عطا فرمادی۔(۳) الطبرانی نے روایت کی ہے کہ بعد کے زمانے میں جب یمن کے عمال نے ان کے اس اقطاع کے سلسلے میں مداخلت کرنا چاہی تو وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے، حضرت ابو بکرؓ نے ان کے ساتھ سابقہ معاہدہ برقرار رکھا، مگر بعد ازاں انہوں نے ان سے یہ جاگیر واپس لے لی اور اسے صدقہ (سرکاری مال) بنا دیا۔(۴) حضرت ابیض کا سال وفات معلوم نہیں ہے۔

نمک کی کان اور اس سے متعلق روایات:

حضرت ابیض سیرت طیبہ کے کوئی بڑے راوی تو نہیں ہیں، البتہ ان کی اہمیت مآرب کے مقام پر انہیں بطور جاگیر عطا ہونے والی نمک کی کان کی بنا پر ہے۔ یہ واقعہ بہت سی کتب حدیث میں روایت کیا گیا ہے۔ کتب حدیث میں اُن سے جو روایات نقل کی گئی ہیں، وہ زیادہ تر نمک کی اُس کان سے متعلق ہیں، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کے علاقے مآرب میں مرحمت فرمائی تھی، مثال کے

not

طور پر وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس نمک کی کان کے متعلق سوال کیا جسے ''سد مآرب کا نمک'' کہا جاتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ کان انہیں مرحمت فرمادی۔ بعد ازاں حضرت اقرع بن حابس التمیمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں زمانۂ جاہلیت میں اس نمک کے علاقے میں گیا ہوں، یہ کان ایسے خطے میں واقع ہے، جہاں پانی موجود نہیں ہے، جو شخص وہاں جاتا ہے، اسے لے لیتا ہے اور وہ ہمیشہ رہنے والے پانی کی طرح ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ابیض بن حمال کو نمک کا یہ علاقہ واپس کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس شرط پر اسے آپ کو واپس کیا کہ آپ اسے صدقہ (وقف عام) فرمادیں، آپ نے فرمایا، (اے ابیض) وہ تیری طرف سے صدقہ ہے۔ وہ ہمیشگی کے پانی کی طرح ہے، جو شخص وہاں جائے وہ اسے لے سکتا ہے۔(۵)

مسند حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ بن شراحبیل بن عبدالعزی الکلبی ابو محمد یا ابو زید نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے صحابی اور آپ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ کے صاحبزادے تھے، انہوں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پائی، ان کی والدہ حضرت ام ایمنؓ نبی اکرم ﷺ کی انا تھیں، دورِ اسلام میں ۱۰ ق ھ/۶۱۲ء میں ولادت اور ۵۴ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں وفات ہوئی۔ (۱) انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی قرب حاصل رہا، اسی لئے صحابہ کرام انہیں ''الحب بن الحب'' کہا کرتے تھے، یعنی نبی اکرم ﷺ کے بہت ہی عزیز خادم کے عزیز ترین بیٹے، حضرت اسامہ کو محبوبیت کا شرف ان کے والدین سے ورثے میں ملا تھا۔ انہوں نے اسلام کے دور میں آنکھ کھولی تھی اور کبھی بھی کفر و شرک سے آلودہ نہیں ہوئے تھے۔(۲) خیبر کی فتح کے بعد نبی اکرم ﷺ نے انہیں وہاں ایک حصے کے پھلوں اور غلے کی پیداوار میں حصہ عطا فرمایا تھا۔ (۳) وہ اس کے انتظام وغیرہ کے لئے اکثر وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ کی ناقہ پر آپ کے پیچھے حضرت اُسامہ بیٹھے تھے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت آپ نے انہیں رومیوں کے خلاف لشکرِ اسلام کی سپہ سالاری کے لئے متعین فرمایا تھا، جس میں حضرت عمرؓ جیسے اکابر صحابہ بھی شامل تھے، لیکن اس لشکر کی روانگی عمل میں نہ آئی تھی، کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا، لوگوں نے حضرت اُسامہ کی کم عمری پر اعتراض کیا، باوجود علالت

کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور حضرت اسامہ کو اپنے ہاتھ سے علم مرحمت فرمایا اور ان کے حق میں تقریر فرمائی۔(۴)۔ چنانچہ اس لشکر کی روانگی حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں عمل میں آئی ،حضرت اُسامہ اردن کے علاقے (آج کل کے خان الزیت)اور تک چلے گئے اور سالماً وغانماً واپس تشریف لائے۔

حضرت ابوبکراور عمر فاروقؓ اپنے زمانہ ہائے خلافت میں ان کا بڑا اکرام فرماتے تھے اور حضرت عمرؓ اپنے صاحب زادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ انہیں وظیفہ مرحمت فرماتے تھے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے اور اس کا والد تیرے والد سے زیادہ محبوب تھے۔(۵)

حضرت اسامہ مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی کے دوران میں دونوں فریقوں سے کنارہ کش رہے اور شام کے علاقے میں رہائش رکھی، مگر وفات سے قبل جرف نواح مدینہ میں آ گئے تھے، وہیں ۵۴ھ میں انتقال فرمایا۔(۶)

۱۔ بحیثیت سیرت نگار:

حضرت اسامہ کا تعلق سو سے زیادہ روایت کرنے والے صحابہ کرام میں ہوتا ہے، ان سے کل ۱۱۲۰ احادیث مروی ہیں۔(۷) یہ روایات جن مختلف عنوانات کے تحت مروی ہیں، ان میں طہارت، نماز، جنائز، حج، روزہ، نکاح و معاملات، فرائض، لباس، طب و مرض، ادب، علم، جہاد، مناقب، زہد و رقاق اور جنت وغیرہ شامل ہیں، جن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے متعلق بھی بہت سی روایات شامل ہیں۔

حضرت اسامہ نوجوان تھے اور بڑا گہرا مشاہدہ رکھتے تھے، آپ کی خلوت و جلوت میں شریک رہتے تھے، اس لئے انہوں نے آپ کی ذاتی اور عوامی زندگی کے متعلق بہت سی روایات نقل فرمائی ہیں، تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ طہارت:

طہارت یعنی پاکی اسلام کی اہم خصوصیات میں سے ایک ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مبارکہ میں طیب و طاہر کی صفات بھی شامل ہیں، جن کا مطلب پاکیزہ اور پاک ہستی ہے، اس لئے آپ کو طہارت بے حد عزیز تھی اور آپ ﷺ نے امت کو وضو اور غسل کے طریقے تعلیم فرمائے، حضرت

اسامہؓ نے اس بارے میں روایت نقل کی ہے:

حضرت جبرئیل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول فرمایا، آپ ﷺ کو (نماز کے لئے) وضو کا طریقہ تعلیم دیا، جب وہ وضو سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے پانی کا ایک چلو لیا اور اپنی شرمگاہ کی طرف اُسے (کپڑے کے اوپر سے) چھڑک دیا، چنانچہ نبی اکرم ﷺ بھی وضو کے بعد ایسے ہی کیا کرتے تھے۔(۸)

۲۔نماز:

نماز کے باب میں انہوں نے یہ واقعہ روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری بیماری کے ایام میں ان سے فرمایا کہ میرے صحابہ کو میرے پاس اندر آنے دو، چنانچہ وہ حضرات اندر آ گئے تو آپ نے اپنا پردہ اٹھایا، پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، انہوں نے انبیا علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا دیا۔(۹)

اس روایت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس تشویش کا پتہ چلتا ہے، جو اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں امت کے شرک میں مبتلا ہونے کے بارے میں آپ ﷺ کو تھی۔

۳۔جنائز:

کتاب الجنائز کے تحت بھی حضرت اسامہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی کے بارے میں بہت سے اہم واقعات بیان کئے ہیں، مثال کے طور پر وہ روایت کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی (غالباً حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئی تھیں) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے، لہذا آپ تشریف لے آئیں، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام بھیجا اور فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لیا، جو کچھ اس نے دیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے، وہ سب اُسی کا ہے ہر شے کا ایک وقت مقرر ہے، پس تو صبر کر اور ثواب کی امید رکھ۔ آپ کی صاحبزادیؓ نے آپ کو قسم دے کر دوبارہ بلایا اور کہا کہ آپ ﷺ ضرور آئیں، چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے جانے کے لئے اٹھے تو آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت سعدؓ بن عبادہ، معاذؓ بن جبل، ابیؓ ابن کعب، زیدؓ بن ثابت اور متعدد صحابہ بھی جانے کے

لئے اٹھ کھڑے ہو گئے، جب آپ وہاں گئے، تو بچہ آپ کے پاس اٹھا کر لایا گیا، اس وقت بچہ آخری سانسیں لے رہا تھا، اس پر آپ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں، حضرت سعدؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ یہ کیا ہے فرمایا، یہ وہ رحمت (شفقت) ہے، جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف مہربان اور شفیق بندوں پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔(۱۰)

اس روایت میں خاندان نبوی کے جس بچے کی وفات کا ذکر ہے، یہ حضرت عثمان کے صاحب زادے حضرت عبداللہ تھے، جن کی والدہ حضرت رقیہؓ ان کی پیدائش کے کچھ دنوں کے بعد انتقال فرما گئی تھیں، اور اس بچے کی پرورش ان کی خالہ حضرت ام کلثومؓ نے کی تھی اس بچے کی آنکھ میں مرغ نے چونچ مار دی تھی، جس کے زخم سے حضرت عبداللہ چند روز کے بعد انتقال کر گئے، اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صبر و عزیمت کا مظاہرہ کیا، اس روایت سے بخوبی اس کا اظہار ہوتا ہے۔

۴۔ عبداللہ بن ابی کی وفات کا قصہ:

حضرت اسامہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خادم تھے، اس لئے ان کے علم میں وہ تمام واقعات آجاتے تھے، جن تک عام لوگوں کی رسائی نہ تھی، اسی لئے انہوں نے سیرۃ طیبہ کے بہت سے اہم واقعات کو روایت کیا ہے، اس ضمن میں بطور خاص عبداللہ بن ابی کی وفات کا واقعہ بھی قابل ذکر ہے، حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ نبیؑ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کی اُس بیماری میں جس میں اُس نے انتقال کیا، اس کی عیادت کے لئے گئے، جب آپ اس کے پاس گئے، تو آپ کو یہ محسوس ہوا کہ اس کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے، آپ نے فرمایا کہ اسی دن کے لئے میں تجھے یہودیوں کے ساتھ محبت رکھنے سے منع کیا کرتا تھا، اس نے کہا کہ اسعد بن زرارہ تو ان سے نفرت کرتا تھا، پھر کیا ہوا، پھر جب اُس کا انتقال ہو گیا، تو اس کا بیٹا آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ میرا والد فوت ہو گیا ہے مجھے اپنی قمیص عطا فرما دیجئے، تا کہ میں اسے پہنا سکوں، چنانچہ آپ نے اسی وقت اپنی قمیص اتار دی اور اسے مرحمت فرما دی۔(۱۱)

۵۔ حج بیت اللہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے جتنے حج کئے ان کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، البتہ ہجرت کے بعد آپ نے صرف ایک حج اور تین یا چار عمرے ادا فرمائے، حج بیت اللہ کے موقع پر بہت سے

صحابہ کرام آپ ﷺ کے ہمراہ تھے، جن میں حضرت اسامہ بھی تھے۔

اس موقع پر یوں تو ایک لاکھ بیس ہزار کے قریب صحابہ کرامؓ کا جم غفیر وہاں جمع تھا، لیکن حضرت اسامہؓ کو اس موقع پر ایک ایسا شرف حاصل ہوا، جو امت میں ان کے علاوہ کسی اور فرد کو حاصل نہیں ہوا۔ وہ شرف یہ تھا کہ اس موقع پر حضرت اُسامہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کی اونٹنی (ناقہ) پر آپ کے پیچھے سوار ہو کر مزدلفہ اور پھر منیٰ آئے تھے اور اس اہم موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت قریب سے دیکھا تھا، چنانچہ انہوں نے آپ کی عرفات سے واپسی کے (۱۲) بعد مزدلفہ میں نماز مغرب اور نماز عشاء ایک ساتھ ادا کرنے۔ (۱۳) تلبیہ رمی جمار تک جاری رکھنے۔ (۱۴) واپسی کے سفر میں اپنی ناقہ کو آرام سے چلانے۔ (۱۵) بیت اللہ کے اندر ہر سمت دعا کرنے اور پھر باہر نکل کر دو رکعت نماز ادا کرنے (۱۶) وغیرہ امور سے متعلق روایات نقل کی ہیں، جن کی فقہا اور سیرت نگاروں کے ہاں بہت اہمیت ہے۔

۶۔ صیام:

روزہ عبادات کا ایک اہم ترین رکن ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں روزوں کی عبادت کا کثرت سے ذکر آتا ہے، حضرت اُسامہ نے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی خادم تھے، آپ کے متعلق یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ پیر اور جمعرات کے روزے رکھا کرتے تھے، آپ ﷺ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ان دونوں دنوں میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔ (۱۷)

اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شعبان المعظم میں بکثرت روزے رکھنے کی روایت بھی حضرت اُسامہ نے نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے آپ کو جتنے روزے شعبان میں رکھتے ہوئے دیکھا ہے، کسی اور مہینے میں روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا فرمایا، یہ مہینہ رجب اور رمضان المبارک کے درمیان واقع ہے اور اس میں روزے رکھنے کے متعلق لوگ غفلت کا شکار ہوتے ہیں اور اس ماہ میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوتے ہیں، لہذا میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال اللہ کے سامنے پیش ہوں، تو میرا روزہ ہو (۱۸)۔ اسی طرح انہوں نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھتے تھے، تو مسلسل رکھتے تھے اور جب افطار کرتے تھے، تو مسلسل افطار کرتے تھے۔ (۱۹)

not

۷۔مکہ مکرمہ میں نبی اکرم ﷺ کے مکانات:

حضرت اسامہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے متعلق جو اہم ترین واقعات محفوظ کئے ہیں، ان میں ایک واقعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکے میں موجود مکانوں کی فروخت کا بھی ہے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، تو آپ کے چچا زاد بھائی حضرت عقیلؓ نے آپ کے سارے مکان فروخت کر دیے، چنانچہ جب آپ فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ آئے اور آپ سے پوچھا گیا، یا رسول اللہ آپ کا یہاں کہاں قیام ہوگا، تو آپ نے فرمایا، کیا عقیل نے ہمارے اترنے کے لئے کوئی گھر رہنے دیا ہے۔(۴۰)

لیکن اس کے باوجود آپ نے کسی سے اپنا گھر خالی کرایا اور نہ ہی اُس کا قبضہ چھڑایا، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ دشمنوں کے معاملے میں بھی سخت انصاف پسند تھے اور یہ کہ ہجرت کر جانے سے مکانوں یا منقولہ جائیداد کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے صراحت کے ساتھ فرمایا کہ کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی چاردیواری یا کوئی گھر رہنے دیا ہے۔(۴۱)

۸۔لباس:

لباس کے متعلق حضرت اسامہؓ نے نبی اکرم ﷺ کے متعلق حسب ذیل واقعہ روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبطی موٹا کپڑا عنایت فرمایا، جسے آپ کو حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی نے ہدیے کے طور پر دیا تھا، میں نے وہ کپڑا اپنی بیوی کو پہنایا، ایک دن آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے اُسامہ تو قبطی کپڑا کیوں نہیں پہنتا، میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے تو اسے اپنی بیوی کو دے دیا ہے، فرمایا تم اسے کہو کہ اس کے نیچے شلوکہ پہنا کرے، اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم اس کی ہڈیوں کی بڑائی سے اس کی تعریف نہ کرو۔(۴۲)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ وہ کپڑا باریک ہے اور اس سے پہننے والے کا جسم نظر آتا ہے، اس لئے خاتون خانہ کو اس کے شلوکہ پہننا چاہئے۔

۹۔ادب:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو زندگی کے آداب بھی سکھائے ہیں، جن سے انسانی زندگی میں حسن واعتدال پیدا ہوتا ہے، چنانچہ حضرت اُسامہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

> وہ جس شخص نے دوسرے سے کوئی نیکی کی اور اس (دوسرے) نے جواباً اس کے کرنے والے کو کہا کہ: جزاک اللہ خیراً " اللہ تعالیٰ تجھے اس کی جزائے خیر عطا فرمائے" تو اس نے اس کی تعریف میں بے حد مبالغہ کر دیا۔ (۲۳)
> اور گویا اس کی نیکی کا بدلہ دے دیا۔

۱۰۔ جہاد ومغازی:

حضرت اُسامہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہی نہیں، بلکہ اسلام کے ایک سچے سپاہی اور مجاہد بھی تھے، اسی لئے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور طریقہ جنگ وغیرہ کے متعلق بہت سی روایات نقل کی ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا ھے ؟ حضرت اُسامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں الحرمۃ نامی علاقے کی طرف حملہ کرنے کے لئے بھیجا، ہم نے صبح سویرے دشمن پر حملہ کیا اور اسے شکست دی، پھر میں نے اور ایک انصاری صحابی نے دشمن کے ایک شخص کو جالیا، جب ہم نے اُسے قابو کر لیا، تو اس نے کہا: لا الہ الا اللہ اس پر انصاری نے اپنا ہاتھ روک لیا، مگر میں نے اپنے نیزے سے اُس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا، جب ہم جنگ کے بعد مدینہ واپس آئے اور آپ کو اس واقعے کی اطلاع ملی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اُسامہ کیا تو نے اُسے لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود بھی قتل کر دیا؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ وہ تو صرف اپنا بچاؤ کر رہا تھا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو اتنی مرتبہ دہرایا کہ میں نے یہ آرزو کی کہ کاش میں آج کے دن سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔ (۲۴) ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ سے فرمایا: کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ اس نے محض بچاؤ کے لئے کلمہ پڑھا تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی جنگوں کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ کے سوا کچھ اور نہ تھا۔

سریہ ابنیٰ: اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے حضرت اُسامہؓ کی سرکردگی میں مجاہدوں

کا ایک دستہ عرب کے ایک قصبے ابنی کی طرف ارسال کیا تھا تو آپ ﷺ نے مجاہدین سے فرمایا تھا: تم صبح سویرے وہاں جانا اور اُس قصبے کو جلا دینا۔(۲۵) اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ بار بار مسلمانوں پر حملے کرتے تھے۔

عبد الله بن سلول کا رویہ: اسی طرح حضرت اُسامہؓ نے ایک طویل روایت نقل کی ہے، جو غزوۂ بدر سے پہلے زمانے سے متعلق ہے، اس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر اہل مدینہ کی ایک مجلس کے پاس گئے، جہاں مسلمان یہودی اور مشرک سبھی لوگ جمع تھے۔ اور وہاں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین بھی تھا۔ اس بد بخت نے پہلے تو آپ کو دیکھ کر یہ فقرہ چست کیا: اے شخص ہم پر گرد نہ اُڑاؤ، پھر جب آپ ﷺ نے اُن کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی، تو اُس نے بد زبانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: کہ تم ہماری ان مجلسوں میں نہ آیا کرو، بلکہ جو آدمی تمہارے پاس آئے تم اسی کو اپنی باتیں سنایا کرو، اس پر مجلس میں موجود حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ) آپ ہماری ان مجلسوں میں ضرور آیا کیجئے، اس پر دونوں طرف سے گرما گرمی ہو گئی اور لڑائی تک نوبت آ گئی، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مشکل سے دونوں فریقوں کو ٹھنڈا کیا۔

آپ ﷺ نے قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ سے اُس کے رویے کی شکایت کی تو انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ اسے معاف کر دیں اور کہا کہ اس کی اسلام دشمنی کی وجہ یہ ہے کہ اس علاقے کے لوگ اسے اپنا بادشاہ بنانے اور تاج پہنانے والے تھے کہ آپ تشریف لے آئے اور یوں اس کی آرزو پوری نہ ہو سکی۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔(۲۶)

۱۱۔ فضائل و مناقب:

حضرت اُسامہ نے اپنے خاندان نبوی کے بعض دوسرے افراد کے فضائل و مناقب کے متعلق بھی بہت سی روایات نقل کی ہیں، جن میں سے حسب ذیل بطور خاص خصوصی اہمیت رکھتی ہیں۔

حضرت حسنؓ کا مقام: حضرت حسن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے نواسے اور آپ کے بہت لاڈلے فرزند تھے، حضرت اُسامہ کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اور حضرت اُسامہ کو پکڑ کر فرماتے:

اے اللہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے، پس تو بھی ان سے محبت فرما۔(۲۷)

ایک اور روایت میں ''رحمت و شفقت'' کا ذکر ہے کہ اے اللہ مجھے ان دونوں سے بے حد شفقت ہے تو بھی ان پر رحم اور شفقت فرما۔ (۲۸)

حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کی فضیلت: حضرت اسامہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے ایک فرد تھے، انہوں نے بہت قریب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھریلو حالات و واقعات کا مشاہدہ کیا اور اسے آئندہ نسلوں تک منتقل کیا۔

حضرت اُسامہ کہتے ہیں کہ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے، اس وقت آپ نے چادر میں کوئی شے چھپا رکھی تھی، مجھے علم نہ تھا کہ وہ کیا شے ہے؟ جب میں اپنی حاجت و ضرورت سے فارغ ہوگیا، تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ کیا شے ہے، جسے آپ ﷺ نے چھپا رکھا ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کھولا تو میں نے دیکھا کہ وہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ تھے، جو آپ کی کمر پر سوار تھے، آپ نے فرمایا: یہ میری اور میری بیٹی کی اولاد ہیں: اے اللہ مجھے ان سے محبت ہے، پس تو بھی ان سے اور جو کوئی اُن سے محبت رکھے، اس سے محبت فرما۔ (۲۹)

حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے مناقب: حضرت اُسامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور باریابی کی اجازت مانگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ سے فرمایا کہ انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو۔ جب وہ اندر آئے تو انہوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ یہ پوچھیں کہ آپ کو اپنے عزیزوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا، حضرت فاطمہؓ، انہوں نے کہا، یارسول اللہ ﷺ ہم لوگ آپ کے گھر کے لوگوں کے بارے میں نہیں پوچھ رہے، آپ نے فرمایا: عام لوگوں میں مجھے اُسامہ محبوب ہے، انہوں نے کہا: پھر کون؟ فرمایا علیؓ بن ابی طالب، حضرت عباسؓ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اپنے چچا کو سب سے آخر میں رکھا ہے؟ فرمایا: اس لئے کہ علیؓ نے تجھ سے پہلے ہجرت کی تھی۔ (۳۰)

جعفرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ: اسی طرح ایک موقع پر حضرت جعفرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، یہ لوگ بھی آپ سے یہی سوال پوچھنا چاہتے تھے، حضرت اُسامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جعفر! تیری صورت اور تیرا اخلاق سب سے زیادہ میرے مشابہ ہے اور تو مجھ سے اور میرے درخت سے

ہے اور جہاں تک اے علیؓ تیرا تعلق ہے، تو تو میرا داماد اور میرے بیٹے (حسنؓ) کا والد ہے اور تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں اور جہاں تک اے زید تیرا تعلق ہے تو تو میرا مولا ہے اور تو مجھ سے ہے اور مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔(۳۱) الغرض حضرت اُسامہ بن زیدؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے متعلق بہت سے اہم واقعات روایت کئے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت اُسامہؓ کے کارنامے اور ان کی روایت کے تذکرے کے بغیر سیرت کی کوئی کتاب بھی مکمل نہیں ہو سکتی۔

مسند اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ

حضرت اُسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن عبدالاشہل الانصاری الاشہلی ابو یحییٰ اور ابو عتیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک انصاری صحابیؓ مدینہ منورہ کے بارہ نقیبوں (سرداروں) میں سے ایک تھے (۱)۔ حضرت اُسید کے والد الحضیر اپنے قبیلے کے سردار اور ایک معزز فرد تھے۔ وہ "حضیر الکتائب" کہلاتے تھے، وہ جنگ بعاث کے دن بنو اوس کے سردار تھے اور اسی جنگ میں وہ قتل ہو گئے۔ یہ ہجرت سے چھ سال پہلے کا واقعہ ہے۔(۲) حضرت اُسیدؓ ان بزرگوں میں شامل تھے، جنہوں نے لیلۃ العقبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی، انہوں نے حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔(۳)

ہجرت والے سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت زید بن حارثہ کے مابین مواخات قائم فرمائی۔ حضرت اُسیدؓ قرآن مجید بڑی خوش اسلوبی سے پڑھتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مردانگی کی تعریف فرمائی ہے۔(۴) حضرت اُسید کی غزوہ بدر میں شرکت میں اختلاف ہے، بعض روایات کی رو سے وہ شامل تھے اور بعض کی رو سے البتہ غزوۂ احد میں ان کی شرکت یقینی ہے اس جنگ میں وہ زخمی بھی ہوئے، ان کے جسم پر سات زخم آئے تھے۔ مگر غزوہ بدر میں شامل نہ تھے۔

انہوں نے ۲۰ یا ۲۱ھ/ ۶۴۱ یا ۶۴۲ء میں حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں انتقال فرمایا اور مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔(۵)

بحیثیت سیرت نگار:

حضرت اُسید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک انصاری صحابی اور اسلام کے سچے جانثاروں

میں سے ایک تھے۔ عہد نبوی میں جو اسلام کی تاریخ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ مبارکہ مرتب کی گئی، اس میں حضرت اُسید کی ذاتی شہادت بھی شامل ہے۔ ان کی روایات کی اہمیت اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے ان سے روایت کی ہے، اس لئے کتب سیرت اور کتب حدیث میں ان سے اس نوع کی متعدد روایات ملتی ہیں، چند روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ کتاب الصلوٰۃ:

انہوں نے کتاب الصلوٰۃ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ اپنی قوم کے امام تھے، ایک مرتبہ بیمار پڑ گئے تو بیٹھ کر نمازیں پڑھاتے رہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت و بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے، تو لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ہمارا امام تو بیمار ہے (ہم کیا کریں) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام تمہیں بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم لوگ بھی بیٹھ کر نماز پڑھا کرو۔ (۶)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کا بہت خیال رکھتے تھے اور اگر کوئی صحابی بیمار ہو جاتا، تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ اور موقع کی مناسبت سے امت کی رہنمائی فرماتے، نیز یہ کہ اگر امام بیماری کی بنا پر بیٹھ کر نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔

۲۔ رات کے وقت فرشتوں کے نزول کا واقعہ:

حضرت اُسید عہد نبوی کا ایک ایسا قصہ روایت کرتے ہیں، جس کا حوالہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر سیرۃ نگاروں نے دیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے سورۃ البقرہ پڑھی، اس وقت میرا گھوڑا میرے قریب بندھا ہوا تھا، اور میرا بیٹا یحییٰ میرے قریب سو رہا تھا۔ اس وقت گھوڑے نے چکر کاٹنا شروع کر دیا، مجھے اپنے بیٹے کی فکر لاحق ہوئی تو میں تلاوت چھوڑ کر کھڑا ہو گیا، جس پر گھوڑا بھی ساکن ہو کر کھڑا ہو گیا۔ پھر میں نے دوبارہ تلاوت شروع کر دی، تو گھوڑے نے پریشانی کے عالم میں دوبارہ چکر کاٹنا شروع کر دیا۔ میں نے دوسری مرتبہ قرأت بند کی، تو گھوڑا بھی ساکن ہو گیا، پھر میں نے تیسری بار تلاوت شروع کر دی، تو دوبارہ گھوڑے نے پریشانی کے عالم میں چکر لگانا شروع کر دیا، میں نے اس مرتبہ بھی قرأت بند کی تو گھوڑا خاموش ہو گیا، پھر اب جو میں نے اپنا سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک "سائبان" سا، جو چراغوں کی طرح روشن تھا، آسمان سے نیچے آ رہا تھا، اسے دیکھ کر

مجھے خوف سا آیا، تو میں چپ ہو کر بیٹھ گیا، جب صبح ہوئی تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر تمام حقیقت سنائی، تو آپ نے فرمایا، یہ فرشتے تھے، جو تمہاری آواز سن کر قریب آ گئے تھے اور اگر تم صبح تک تلاوت جاری رکھتے، تو ان فرشتوں کو لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔(۷)

۳۔ میرے جسم پر قمیص نہ تھی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا، اسی لئے دنیا کو آپ ﷺ کی طرف سے فیض تو پہنچا، مگر نقصان کبھی نہیں پہنچا، آپ ﷺ نے اپنی ذات طیبہ کو ہر پہلو سے دنیا کے لئے رحمت بنا کر پیش کیا۔

تاہم ایک مرتبہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا، جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت اور آپ کی جانثاری کا ایک عجیب و غریب ماجرا دنیا کے سامنے پیش کیا، یہ واقعہ حضرت اُسید بن حضیر نے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے، اس مجلس میں ایک آدمی دل لگی کی باتیں کر رہا تھا، چنانچہ اس اثنا میں کہ وہ لوگوں کو ہنسا رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لکڑی کے ساتھ اس کے پہلو میں ٹھوکا دے دیا، اس نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس زیادتی کا بدلہ لینے دیں، آپ نے فرمایا، ٹھیک ہے تم بدلہ لے لو، مگر اُس نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ آپ کے جسم پر قمیص ہے اور میرے جسم پر قمیص نہ تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اپنے جسم سے اٹھا دی، اس پر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے چمٹ گیا اور آپ ﷺ کے جسم مبارک کے بوسے لینے لگا اور کہا کہ میرا مقصد تو صرف یہی تھا۔(۸)

دوسری روایات میں ہے کہ یہ واقعہ خود حضرت اسیدؓ کے ساتھ پیش آیا تھا اور انہوں نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینے کی خواہش کی تھی، مگر پھر آپ کے جسم سے لپٹ گئے تھے اور فرمایا کہ میرا تو یہی مقصد تھا۔(۹)

مسند حضرت اقرع بن حابس التمیمی رضی اللہ عنہ

حضرت اقرع بن حابس بن عقال بن مجر التمیمی المجاشعی الدارمی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی اور زمانہ جاہلیت اور دور اسلام کے معروف سردار اور مجاہد تھے۔ وہ بنی تمیم کے اُس وفد میں شامل ہو کر مدینہ منورہ آئے، جو اسلام قبول کرنے کے لئے آیا تھا، روایات میں ہے کہ انہوں نے غزوۂ فتح

مگر غزوۂ حنین اور غزوۃ الطائف میں شرکت کی تھی۔ زمانہ ارتداد اور رومیوں کے مقابلے میں ہونے والی فتوحات میں بھرپور طریقے سے حصہ لیا اور ایک روایت کی رو سے جنگ یرموک میں اپنے دس بیٹوں سمیت اور دوسری کی رو سے جنگ جوز جان (بعہد فاروق) میں شہادت پائی۔ (۱) حضرت اقرع کے اشراف اس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، جنہیں اسلام سے پہلے بھی اور اسلام کے بعد اہمیت اور عظمت حاصل رہی۔

بحیثیت سیرت نگار:

حضرت اقرع کا تعلق چوں کہ اس طبقے سے تھا، جو بالواسطہ طور پر سیاست اور انتظامی معاملات سے متعلق ہوتا ہے، اسی لئے انہوں نے کچھ زیادہ روایت نقل نہیں فرمائیں، البتہ انہوں نے جو چند ایک روایات بیان کی ہیں، ان کا براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے تعلق ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ان واقعات کے تذکرے کے بغیر سیرت کی کوئی کتاب بھی مکمل نہیں ہوتی، تفصیل حسب ذیل ہے:

حجروں کے باہر سے آواز دینا:

قرآن حکیم کی سورۃ الحجرات میں کچھ ایسے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے، جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے پیچھے سے آوازیں دیتے تھے۔ اس وقت نبی اکرم ﷺ اپنے حجرۂ اقدس میں محو استراحت و آرام تھے، ان آوازوں سے آپ ﷺ کے سکون میں خلل پڑا۔ آپ کی گھریلو زندگی پریشان ہوئی، مگر آپ کے تحمل اور آپ کی بردباری میں کوئی فرق نہ آیا، البتہ اللہ تعالیٰ کو آواز دینے والوں کا یہ انداز پسند نہ آیا، اس لئے اس موقع پر سورہ الحجرات نازل ہوئی، اور لوگوں کو دوبارہ نبوت کے آداب سکھائے گئے، حضرت اقرع بن حابس کہتے ہیں کہ وہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے، جنہوں نے یہ حرکت کی تھی، کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو حجروں کے باہر سے آواز دی اور کہا: یا رسول اللہ! جواب نہ ملا، تو کہا یا رسول اللہ! سنئے میری تعریف باعث زینت ہے اور میری مذمت ذریعہ عیب ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ (۲)

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بڑا ضبط و تحمل عطا فرمایا تھا، مگر آپ اللہ تعالیٰ کی شان میں ادنیٰ سی بے ادبی بھی برداشت نہیں فرماتے تھے۔

میرے دس بیٹے ہیں:

حضرت اقرع بن حابس کے حوالے سے ایک اور روایت بھی کتب حدیث میں مروی ہے، وہ

یہ کہ ایک مرتبہ جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے، اس وقت آپ ﷺ حضرت حسنؓ اور حسینؓ سے پیار کر رہے تھے، بنوتمیم کے سردار کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انداز پسند نہ آیا، اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ بھی بچوں سے پیار کرتے ہیں؟ جب کہ میرے دس بیٹے ہیں، مگر میں نے کبھی اُن سے پیار نہیں کیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے شفقت کا جذبہ ہی نکال دیا ہے تو میں کیا کروں اس طرح کی کچھ اور روایات بھی حضرت اقرع بن حابس سے مروی ہیں۔ (۳)

حوالہ جات

مسند ابی بن کعب:

۱۔ الاصابہ/ ج۴، ص۱۱۳
۲۔ ابن حجر العسقلانی/ الاصابہ/ ج۱، ص۱۹
۳۔ الاستیعاب/ ج۱، ص۱۰۳۔۱۰۴،
☆ مسند احمد/ ج۵، ص۱۴۱،
☆ جامع المسانید/ ج۱، ص۵۳، رقم۴۱
۴۔ ایضاً
۵۔ ایضاً
۶۔ احمد بن حنبل/ مسند احمد/ بذیل مسند ابی بن کعب
۷۔ ایضاً
۸۔ ابن حجر/ الاصابہ/ ج۱، ص۴۰
۹۔ ابن حزم/ جوامع السیرۃ/ ص۲۷۷
۱۰۔ جامع المسانید/ ج۲، (مکمل/ ج۳، ص۲۹)
۱۱۔ مسند احمد/ ج۵، ص۱۳۷،
☆ الدارمی/ ص۳۶
☆ ابن ماجہ/ رقم ۴۱۴
۱۲۔ مسند احمد/ ج۵، ص۱۲۳،
☆ ابن خزیمہ/ رقم۱۶۴۷
☆ جامع المسانید/ ج۱، ص۲۸، رقم۱۹۔۱۶
۱۳۔ ابوداؤد/ رقم۱۴۲۳،
☆ ابن ماجہ/ حدیث۱۱۷۱
۱۴۔ ابوداؤد/ حدیث۱۱۸۲
۱۵۔ مسند احمد/ ج۵، ص۱۴۱،
☆ ابوداؤد/ حدیث۴۲۶۳
۱۶۔ مسند احمد/ ج۵، ص۱۲۸
۱۷۔ دیکھئے، مسند احمد بن حنبل/ ج۵، ص
☆ مسند ابی اور المسند الجامع/ ج۱، ص۵۱، ۷۸
۱۸۔ ابن حزم جوامع السیرۃ/ ص۲۷۰
۱۹۔ الترمذی/ رقم ۳۱۲۹
☆ النسائی/ الکبریٰ، عبداللہ بن احمد زیادات
☆ مسند احمد/ ج۵، ص۱۳۵
۲۰۔ مسند احمد/ ج۵، ص۱۴۲
۲۱۔ ایضاً/ ج۵، ص۱۳۸
☆ الترمذی، رقم ۱۶۱۳
۲۲۔ مسند احمد/ ج۵، ص۳۷،
☆ ابن ماجہ/ رقم ۴۲۳
۲۳ مسند احمد/ ج۵، ص۱۴۲، عن عبداللہ بن احمد
۲۴۔ مسند احمد/ ج۵، ص۱۳۷،
☆ الترمذی/ رقم۳۸۹۹۔۳۹۰۰

۲۔ مسند ابیض بن حمال المآربیؓ:

۱۔ ابن حجر/ الاصابہ/ ج۱، ص۱۷ (عدد۱۹)

۲۔ جوامع السیرۃ/ ص۲۸۶

۳۔ الاصابہ/ ج۱، ص۱۷

۴۔ ایضاً

۵۔ الدارمی، حدیث ۲۹۱۱،

☆ ابن ماجہ/ رقم ۲۴۷۵

۳۔ مسند حضرت اسامہ بن زید بن حارثہؓ:

۱۔ الذہبی/ سیرۃ اعلام النبلاء

۲۔ ابن حجر/ تہذیب التہذیب

☆ اسد الغابہ/ ج۱، ص۶۴

۳۔ ابن ہشام/ السیرۃ/ ص۷۷۵، ۷۷۶،

۴۔ ابن سعد/ الطبقات/ ج۴، ص۱: ۴۴۔۵۱

۵۔ الاصابہ/ ج۱، ص۳۱

۶۔ ابن الاثیر/ اسد الغابہ/ ج۱، ص۶۴

۷۔ ابن حزم/ جوامع السیرۃ/ ص۲۷۷

۸۔ جامع المسانید/ ج۱، ص۹۹۔۱۳۸ (اس عمل کا بظاہر مقصد یہ تھا کہ طہارت کے متعلق دل میں کسی قسم کا وسوسہ پیدا نہ ہو اور آدمی نماز سکون سے پڑھ لے)۔

۹۔ جامع المسانید/ ج۱، ص۱۰۱۔

☆ ابن ماجہ/ حدیث ۴۹۵

۱۰۔ مسند احمد/ ج۵، ص۲۰۴، ۲۰۴

☆ مسلم/ ج۳، ص۴۰

☆ البخاری/ ج۲، ص۱۰۰۔ ج۹، ص۱۳۱

۱۱۔ ابوداؤد/ رقم ۳۰۹۴

☆ مسند احمد/ ج۵، ص۲۰۱

۱۲۔ مالک/ الموطا/ رقم ۲۶۰

☆ مسند احمد/ ج۵، ص۲۰۸۔

☆ الدارمی، رقم ۱۸۸۹،

☆ جامع/ ج۱، ص۱۰۴، رقم ۱۱۱۷

۱۳۔ النسائی/ ج۱، ص۲۹۴،

☆ مسند احمد/ ج۵، ص۲۰۰

۱۴۔ البخاری/ ج۲، ص۱۲۹

۱۵۔ مسند احمد/ ج۵، ص۲۰۱۔

☆ النسائی/ ج۵، ص۲۵۷

۱۶۔ مسند احمد/ ج۵، ص۲۰۱۔۲۰۸

۱۷۔ مسند احمد/ ج۵، ص۲۰۰۔۲۰۲۔۲۰۸

☆ ابوداؤد/ السنن/ رقم ۳۳۳۶

۱۸۔ مسند احمد/ ج۵، ص۲۰۱

☆ النسائی/ ج۴، ص۲۰۱

۱۹۔ ایضاً/ ص۲۰۴

☆ مسند احمد/ ج۵، ص۲۱

۲۰۔ مسلم/ ج۵، ص۵۹۔

☆ ابوداؤد/ رقم ۲۹۰۹

☆ مسند احمد/ ج۵، ص۲۰۰

۲۱۔ البخاری/ ج۲، ص۸۱

☆ مسلم/ ج۴، ص۱۰۸

☆ ابن ماجہ/ رقم حدیث ۲۷۳

۲۲۔ مسند احمد/ ج۵، ص۲۰۵

۲۳۔ الترمذی/ رقم ۲۰۳۵،

☆ النسائی/ رقم ۱۸۰ (عمل الیوم واللیلہ)

۲۴۔ البخاری/ ج۵، ۱۸۲

۲۵۔ مسلم/ ج۱، ص۶۸،

☆ مسند احمد/ ج۵، ص۲۰۰

۲۶۔ مسند احمد/ ج۵، ص۳۰۳،

☆ البخاری/ ج۸، ص۶۹،

☆ مسلم/ ج۵، ص۱۸۲
۲۷۔ البخاری/ ص۱۰۸
☆ مسند احمد/ ج۵، ص۲۵
۲۸۔ ابن ماجہ/ رقم ۲۸/۶
۲۹۔ الترمذی/ رقم ۳۷۶۹
۳۰۔ الترمذی/ حدیث ۳۸۱۹
۳۱۔ مسند احمد/ ج۵، ص۴۰۲

۴۔ مسند اسید بن حضیرؓ:

۱۔ الاصابہ/ ج۱، ص۱۰۴
۲۔ الذہبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، بیروت/ ج۱، ص۳۴۱
۳۔ ابن سعد/ الطبقات/ ج۳۔۲: ۱۲۷
۴۔ الترمذی/ کتاب المناقب، رقم ۳۷۹۷

☆ الحاکم/ ج۳، ص۲۸۹
۵۔ ابن حجر/ الاصابہ/ ج۱، ص۱۰۴۔ بحوالہ المدائنی
۶۔ ابوداؤد/ رقم ۶۹۷، (کتاب الصلوٰۃ)
۷۔ مسند احمد/ ج۳، ص۱۸۱
☆ النسائی/ ص۱۴۰
۸۔ ابوداؤد، رقم ۴۲۲۴
۹۔ الحاکم/ ج۳، ص۲۱۸،
☆ الذہبی/ سیر اعلام النبلاء/ ج۱، ص۳۴۲

۵۔ مسند حضرت اقرع بن حابس التمیمیؓ:

۱۔ الذہبی/ سیر اعلام النبلاء
۲۔ مسند احمد/ ج۳، ص۴۸۸، (ج۶/ ص۳۹۳)
۳۔ دیکھئے المسند الجامع، میں مسند اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ/ ج۱، ص۱۷۸، ۱۷۹

☆

عقائد مسلمین و مشرکین

امام فخر الدین رازی

﴿ترجمہ و حواشی﴾

پروفیسر علی محسن صدیقی

فضلی بک سپر مارکیٹ

اردو بازار، کراچی، فون: ۲۲۱۲۹۹۱